۱۵ فروری ۱۹۷۲ء

ہفتہ وار

ہماری زبان

جلد ۳۱ | انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) | شمارہ ۷

رجسٹرڈ نمبر L. 922
فون نمبر ــــ 29

ایڈیٹر
آل احمد سرور

فی کاپی ــــ بیس پیسے
قیمت سالانہ ــــ چھ روپے

اشاعت کی تاریخیں

اداریہ

غالب اور نئے غالب

۱۵ فروری کو غالب کے انتقال کو ایک سو تین برس ہو گئے۔ تین سال پہلے غالب کی صد سالہ برسی ہندوستان میں بڑی شان سے منائی گئی۔ پاکستان میں بھی اس سلسلے میں بہت سے جلسے ہوئے اور بہت سی کتابیں شایع ہوئیں مگر ہندوستان میں جتنے بڑے پیمانے پر جلسے ہوئے اور جس طرح عوام اور حکومت دونوں نے دل کھول کر ان یادگاری جلسوں میں حصہ لیا اور حکومت نے جس طرح غالب کا اعتراف کیا، وہ یقیناً بڑے فخر کی بات ہے غالب کی اس مقبولیت کی بہت سی وجہیں ہیں، مگر ہمارے نزدیک سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کی اپیل آفاقی ہے۔ وہ کسی ایک گروہ یا مذہبی فرقے یا کسی خاص میلان کا شاعر نہیں ہے بلکہ وہ ایک ایسا ہیرا ہے جس سے بہت سی شعاعیں نکلتی ہیں۔ وہ صوفی بھی ہے، رند شاہد باز بھی، توحید کا ماننے والا بھی اور ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہنے والا بھی، وہ رجائی بھی ہے اور قنوطی بھی، وہ نہایت بلند تخیل بھی رکھتا ہے اور نازک سے نازک جذبات کی مصوری بھی کر سکتا ہے۔ وہ "خوئے آدم" پر فخر کرتا ہے اور یہ بھی احساس رکھتا ہے کہ آدمی کو بھی انسان ہونا میسر نہیں اس کے اشعار کا ہر لفظ گنجینۂ معنی کا طلسم ہے اور اس کی نثر کا ہر فقرہ نکتہ سنجی کا کمال، وہ تشکیک سے لے کر یقین تک کی ہر منزل سے گزرا ہے۔ اس کی اردو شاعری اور اردو نثر دونوں اردو ادب کی ایسی بلندی کو ظاہر کرتے ہیں جو فن کی معراج ہے اور اس کی فارسی نظم و نثر بھی خاصے کی چیز ہے۔ ۱۹۶۹ء میں غالب پر بہت سی کتابیں شایع ہوئیں اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے، یہ معمولی بات نہیں کہ غالب پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے مگر نئے لکھنے والوں کے لئے نئے پہلو اور اچھوتے گوشے نکل ہی آتے ہیں۔ غالب ہر دور میں فکر و نظر کی دعوت دیتا رہے گا۔

مگر ہمیں آج یہ سوچنا ہے کہ نئے غالب کیسے پیدا ہوں۔ ہر ادب کے فروغ کے لئے اس زبان کے چلن کی ضمانت اور اس کی ابتدائی منزل سے لے کر اعلیٰ منزل تک تعلیم کا قرار واقعی انتظام ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ حکومت کو اس سلسلے میں اپنا فرض ادا کرنا چاہئے اور حکومت سے ہمارا مطالبہ کہ وہ اردو زبان کے فروغ کے لئے وہ تمام سہولتیں بہم پہنچائے جن کا اس نے مختلف اوقات میں وعدہ کیا ہے مگر جن پر برائے نام عمل ہوا ہے، ضروری ہے۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں اول کام خود ہمیں کو کرنا ہے۔ اگر ہمیں اپنی زبان سے محبت ہے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری آنے والی نسلیں ہماری زبان اور ہمارے ادب کے شاندار سرمائے سے واقف ہوں اور ان کی شخصیت توانا اور جامع ہو، تو ہمیں خود بھی اس سلسلے میں بہت کچھ کرنا پڑے گا۔ ہمیں اپنے اپنے حلقے میں ابتدائی منزل پر اردو کے ذریعہ سے تعلیم دینے کے لئے مقامی افسروں سے مناسب انتظامات کرانے ہوں گے اور اگر یہ انتظامات نہ ہوں تو ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے کے بجائے یا فریاد کی لے بڑھانے کے بجائے

خود یہ انتظام کرنا ہوگا۔ ہمیں اس پر بھی اصرار کرنا ہوگا کہ ثانوی منزل پر اردو کے ذریعہ تعلیم کا حسب ضرورت انتظام ہو اور اس کے علاوہ اردو کو ایک مضمون کی حیثیت سے پڑھانے کا بھی زیادہ سے زیادہ اسکولوں میں بندوبست ہو، پھر ہمیں اس تعلیم کے لئے مناسب کتابوں کی تیاری اور بروقت فراہمی اور استادوں کی تربیت اور ان کے بروقت تقرر پر بھی زور دینا ہوگا۔ ہمیں یہ بھی کوشش کرنی ہوگی کہ اردو کی کتابوں کا کاروبار صرف چند ایسے ناشر نہ کریں جن کے سامنے صرف اپنا نفع ہوتا ہے، بلکہ حکومت یا اردو کے مستند ادارے اچھی اور معیاری اور جدید تعلیمی اصولوں کے مطابق کتابیں لکھوائیں اور ان کی طباعت کا معیار بھی قابل اطمینان ہو۔ پھر ہمیں اردو کے اخباروں اور رسالوں کی ہمت افزائی اس طرح کرنی ہوگی کہ ہم کوئی نہ کوئی اخبار یا رسالہ ایک فرض کے طور پر خریدیں اور اعزازی نسخوں کی فکر میں نہ پڑیں۔ اس طرح ہمیں معیاری ادبی اور علمی کتابوں کی خریداری کے لئے اپنے بجٹ کا ایک حصہ ضرور وقف کرنا ہوگا تاکہ اردو کی اچھی کتابیں معقول تعداد میں شائع ہوں۔ اردو طباعت کا ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ لیتھو کی کتابوں پر لاگت زیادہ نہیں آتی، آفسیٹ کی کتابوں پر بہت زیادہ لاگت آتی ہے اور ٹائپ سے ابھی تک ہمارا عام اردو داں طبقہ مانوس نہیں ہو سکا اس لئے اس کی طباعت بھی خاصی مہنگی پڑتی ہے، مگر اچھے کاتب اب کم ہوتے جا رہے ہیں اور اردو کی کتابوں کی کتابت میں بہت وقت صرف ہوتا ہے، اس لئے بڑے پیمانے پر ہمیں عام طباعت ٹائپ میں کرانی پڑے گی اور ایک فن لطیف کی طرح نستعلیق کو باقی رکھنے پر اکتفا کرنا ہوگا۔ اگر اردو کی کتابیں پانچ ہزار یا دس ہزار کی تعداد میں چھپی ہوتیں تو شاید آفسیٹ اتنا مہنگا نہ پڑتا، مگر موجودہ حالات میں عام طور پر ایک ہزار نسخوں کا ایک ایڈیشن بھی کئی سال میں نکل پاتا ہے۔ اس لئے اردو دوستوں کو ایک مہم چلا کر کتابیں خریدنا چاہیں تاکہ اردو کے کتب فروش زندہ رہ سکیں اور اس قابل ہوں کہ کتابوں کی طباعت بہتر ہو۔ اردو دوستوں کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ صرف یہ یا صرف وہ کے چکر میں نہ پڑیں، بلکہ جو شخص اردو کے لئے کچھ کر سکے کرے۔ کوئی اسکول چلائے، کوئی اخبار نکالے یا رسالہ، کوئی کتاب لکھے کوئی کتاب چھاپے، مگر خریدیں سب اور یہ خریداری اپنا فرض سمجھیں۔ دراصل اردو کے ذریعہ سے ہمیں روزگار بھی مہیا کرنے کی صورتیں نکالنی ہیں۔ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہوگا کہ اردو جاننے والے اچھی اردو جاننے کے علاوہ کوئی ہندوستانی زبان اور انگریزی بھی اچھی جانتے ہوں، گویا اردو والوں کو اردو، ہندوستانی اور عالمی ہونا پڑے گا۔ نئے غالب پیدا کرنے کے لئے زبان کی بنیاد اور مضبوط کرنی ہوگی تاکہ اس پر ادب کا رنگ محل تعمیر ہو سکے۔ اردو سے عشق کا دعوا کافی نہیں، اس عشق کے لئے بہت کچھ کرنا بھی ہوگا۔

سردار جعفری کا مجسمہ

اردو کے ترقی پسند شاعر سردار جعفری کا ایک مجسمہ مشہور نوجوان آرٹسٹ طاہر ایم سید نے تیار کیا ہے۔ طاہر ایم سید نے اردو کے تمام مشہور ادیبوں اور شاعروں کے مجسمے تیار کرنے کا پلان بنایا ہے، اس کے تحت وہ اب تک غالب، سرسید، فراق، شاد عارفی، آنند نرائن ملا کے مجسمے تیار کر چکے ہیں۔ طاہر ایم سید کا بنایا ہوا مجسمہ غالب بڑی مقبولیت اور شہرت حاصل کر چکا ہے۔ یہ سینٹ جوزف کالج نینی تال میں شعبۂ آرٹس کریفٹ کے ہیڈ ہیں۔

• اکبر علی خاں

ماہنامہ "نگارشات" کا اجرا

امروہہ۔ ادارۂ اشاعت اردو امروہہ کے زیر اہتمام اردو کی نئی اور پرانی کتابوں کا خبرنامہ "نگارشات" شائع ہو گیا ہے۔ اس میں اردو دنیا کی خبروں کے علاوہ کتابوں پر تبصرے بھی شامل ہیں۔ ناشران کتب اپنی کتابوں کی ایک ایک جلد ارسال فرمائیں تاکہ ان پر تبصرے شائع کئے جائیں اور ان کی فروختگی میں ہر ممکن امداد و تعاون بہم پہنچایا جا سکے۔ شائقین کتب بلا قیمت ماہنامہ "نگارشات" طلب فرمائیں۔

• ماہنامہ "نگارشات"

رشید کیفی مرحوم کا انتقال

انجمن ترقی اردو بالاپور کا خبرنامہ مظہر ہے کہ دودرجہ کے ایک کہنہ مشق ترقی پسند شاعر و ادیب عبدالرشید کیفی (علیگ) نے بعمر ستاون سال ایک طویل علالت کے بعد امراؤتی میں وفات پائی۔ اس سلسلے میں انجمن کا ایک غیر معمولی جلسہ تعزیت مولانا ہادی نقشبندی کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا گیا۔ ایک دوسری تجویز میں یہ طے پایا کہ انجمن کی "شعرائے برار سیریز" مرحوم کا تمام کلام جمع کرے، نیز ان کے احباب اور متعلقین سے یہ درخواست کی گئی کہ جس کے پاس مرحوم کی جو بھی تخلیق جس حالت میں ہو جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) بالاپور (دودرجہ اکولہ) ارسال فرمائیں۔

• انجمن ترقی اردو بالاپور

علی محمد اسمٰعیل

نارجیلستان

ہماری زبان کے ۱۵ جون ۷۶ء کے شمارے میں سرزمین مالابار کے اس پہلے اردو رسالہ کا تعارف نظر سے گزرا حسن اتفاق سے میرے پاس اس کے دو اور شمارے یعنی پہلا اور تیسرا شمارہ بابت ماہ اپریل ۱۹۳۸ء و ماہ جون، جولائی ۱۹۳۸ء (مشترکہ نمبر) موجود ہیں۔ ان سطور کا مقصد ہماری زبان کے ناظرین کے لیے ان کے متعلق کچھ مزید معلومات فراہم کرنا ہے تاکہ آنے والے محققین ان کوششوں سے واقف ہو جائیں جو اردو کے شیدائیوں نے دور دراز علاقوں میں بھی سرانجام دی ہیں۔ ساحل مالابار پر تلیچری کو جو اس رسالہ کا مقام اشاعت تھا یہ امتیاز حاصل رہا ہے کہ یہاں اردو کی تعلیم تقریباً آدھی صدی سے مقامی گورنمنٹ کالج میں ہوتی رہی ہے۔ اور اب تک بھی ثانوی اور اختیاری زبان کی حیثیت سے اردو ڈگری کی جماعتوں تک پڑھائی جاری ہے۔ حالانکہ شہر میں اردو (دکنی) بولنے والے افراد بہت کم ہیں اور ۹۹ فی صد لوگ اردو نہیں جانتے اس علاقے کے لوگوں کی مادری زبان ملیالم ہے۔ اس کے باوجود محبان اردو نے یہاں اردو کی ترویج و اشاعت کے لئے کافی کوششیں کیں، سب سے پہلے اس مقصد کے لئے انجمن اصلاح اللسان کی بنا ڈالی گئی۔ اسی انجمن کے ماتحت "چمن" کے نام سے ایک اردو قلمی رسالہ نکلتا رہا جس کو اس رسالہ کا نقش اول سمجھنا چاہیئے۔ اس کے مدیر و مہتمم مرحوم رحمت اللہ سیٹھ تھے جو مالک نارجیلستان کے برادر بزرگ تھے یہ اس رسالہ کی تیاری اور اجراء کا پس منظر تھا۔ یوں تو ۳۶ء میں ہی اس کی اشاعت کا اعلان کیا گیا تھا لیکن کسی نہ کسی رکاوٹ کے سبب یہ ملتوی ہوتا رہا اور بالآخر اپریل ۱۹۳۸ء میں اس کا پہلا نمبر نکل آیا۔ رسالے کے مالک اور روح رواں عبدالکریم سیٹھ اختر مرحوم تھے جو شعر گوئی میں حضرت سیماب اکبرآبادی کے شاگرد تھے۔ اپنا کلام اصلاح کے لئے قصر الادب آگرہ بھیجا کرتے تھے چنانچہ نارجیلستان کی پہلی اشاعت میں علامہ سیماب نے اپنے خط میں تحریر فرمایا ہے: "مجھے بڑی مسرت ہے کہ میری جماعت کا ایک فرد ایسے مقام پر اردو کا پودا لگا رہا ہے جہاں کی آب و ہوا اس کے لئے ناموافق ہے۔ لیکن جس خدا نے اردو کو شملے سے راس کماری تک عروج و فروغ کا موقع دیا ہے وہ خدا مالابار میں بھی اس کی حمایت و حفاظت کرے گا۔" اسی تعلق کی بنا پر جناب اعجاز حسین صدیقی صاحب مدیر شاعر کا نام مدیر اعزازی کی حیثیت سے لیا گیا ہے۔ مقامی طور پر اختر صاحب اپنے کلام میں ابتدائی اصلاح جناب محمد ایوب سیٹھ صابر سے لیا کرتے تھے جو بمبئی سے آکر تلیچری میں مقیم ہو گئے تھے۔ مولانا محوی صدیقی لکھنوی ان دنوں جامعہ مدراس میں تشریف فرما تھے اور ان کے تلامذہ کا کافی بڑا حلقہ مدراس و بنگلور میں موجود تھا۔ مالابار میں اردو پریس کے نہ ہونے کی وجہ سے رسالہ کی طباعت مدراس میں سی اصغر حسین صدیقی صاحب کے حقانی برقی پریس میں محوی صاحب کے توسط سے ہوتی رہی۔ اسی لحاظ سے مولانا محوی کا نام رسالہ کے سرورق پر نگران اصول تحریر کیا گیا ہے۔ قلمی معاونین میں مولانا کے احباب بھی شامل ہیں۔

رسالے کا نام "نارجیلستان" غالباً مولانا ظفر علی خان مدیر زمیندار نے تجویز فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ کی نظم کا ایک شعر جسے سرورق پر جگہ دی گئی تھی پروفیسر حسرت مہر دردی صاحب نے نقل فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ رسالہ کے لیے ایک پیغام ستمبر ۳۷ء کے زمیندار میں شائع ہوا تھا۔ اسی پیغام سے رسالہ نارجیلستان کے پہلے شمارے کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس کا عنوان بھی "نارجیلستان" ہے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے:-

وہ مالابار جس کو برہمن کیرالا کہتا ہے
زبان شیخ میں کہتے ہیں اس کو نارجیلستان
خدا کے نام پر مرمٹنے والے اس میں بستے ہیں
یہ ہے توحید کے پرچم کشاؤں کا نخلستان
پیام سیزدہ صد سالہ صبح و شام آتا ہے
نہ کیوں پھر نام رکھا جائے اس کا نارجیلستان

اس کے بعد علامہ سیماب کی نظم ارشادات عالیہ کے عنوان سے درج ہے مولانا سیماب کا یہ شعر بھی سرورق پر موجود ہے:

جڑیں مل جائیں گی اردو کو اس میدان میں
باثمر ہوگی یہ کوشش نارجیلستان میں

دیگر شعراء میں جناب ماہر القادری، علامہ محوی صدیقی، حضرت نوح ناروی، صابر صاحب بمبئی، مائل بنگلوری، نازش حیدرآبادی اور اعجاز صدیقی مدیر شاعر قابل ذکر ہیں جن کا کلام زینت رسالہ ہے۔

حصہ نثر میں مدیر رسالہ جناب مولوی سید حامد ندوی صاحب کے "معروضات" ہیں۔ جن میں اجراء رسالہ کا سبب، احباب کا ایک اردو ماہنامہ کے لئے پیہم اصرار، اردو کی اشاعت کے لئے دعوت عمل اور معاونین کا شکریہ درج ہیں۔ مولانا مودودی صاحب ترجمان القرآن حیدرآباد کا ایک مختصر مضمون "علم صحیح کی اشاعت" قرآنی علوم کی اہمیت کے متعلق ہے۔ "نارجیلستان" کے عنوان سے مالک رسالہ عبدالکریم سیٹھ اختر نے مالابار میں اشاعت اردو کی ایک دردمندانہ اپیل کی ہے تاکہ اہل وطن کے ساتھ خصوصاً اردو بولنے والوں سے اشتراک عمل ہو سکے۔ ڈاکٹر زور صاحب کا "اردو، ہندی، اور

ہندوستان کی دوسری زبانیں" ایک لسانیاتی مضمون ہے جس میں برج بھاشا کے اردو کے ماخذ ہونے کی تردید کی گئی ہے۔" ہماری درس گاہیں اور شاعری" علامہ سیماب کا وہ خطبۂ صدارت ہے جو موڈرن انگلش انسٹی ٹیوٹ آگرہ میں پڑھا گیا تھا اور جس کے ایک حصّے کا ذکر پروفیسر سہروردی کے تعارف میں آچکا ہے۔ ان مضامین کے علاوہ دین فطرت اور فلسفۂ اتحاد از رشدی القادری، اسلامی رواداری از جمیلہ بیگم۔ ستارۂ سحری از قطب بنگلوری بھی زیب رسالہ ہیں۔

نارجیلستان کا تیسرا شمارہ جون۔ جولائی کا مشترک نمبر ہے۔ سرِ صفحات مدینے کے بعد حضرت صابر کے نعتیہ کلام

جنت خفتہ کی گزارش ہے جگادو مجھ کو
لے اڑو گلشن بطحا کی ہواؤ مجھ کو

سے مضامین کا آغاز ہے۔ پہلا مضمون "ہندوستان کے مسلمانوں پر ہندوؤں کا اثر" کے عنوان سے ہے۔ دوسرا مزاحیہ "مشاعرہ" ہے۔ ایک مضمون کوشش اور کامیابی ہے۔ افسانوں میں "ستا سودا" انسانی ہمدردی اور غرور بے جا ہیں۔ شعراء میں ماہر اکبر آبادی، سلیم ہزاروی، علی اختر حیدر آبادی، رشدی القادری، جامی بنگلوری، مائل بنگلوری، عبدالکریم سیٹھ اختر، احسان دانش لاہور، مسیح نقوی لاہور اور معین صدیقی کا کلام شریک اشاعت ہے۔

افسوس ہے کہ ان چار نمبروں کے بعد مالک رسالہ کی انتہائی کوشش کے باوجود یہ رسالہ جاری نہ ہو سکا لیکن مغربی گھاٹ کے پہاڑی علاقے میں بھی اردو کے دخیل ہو جانے کی ایک نشانی چھوڑ گیا۔ ؎ خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود

امید ہے کہ اردو کے شیدائی دوبارہ اس علاقہ میں اشاعت اردو کی کوشش کریں گے عجب نہیں کہ نارجیلستان کا نقش ثانی نقش اول سے بدرجہا بہتر و پائندہ تر نکلے۔ اور مالابار کی اردو صحافت کا ہلال جو بدلیوں میں گم ہو گیا تھا دوبارہ بدر کامل بن کر افق کو منور و روشن کر دے۔ ؏

کہ ہم نے انقلاب دور گرداں یوں بھی دیکھے ہیں۔

نصر قریشی

غزل

دستِ پرخوں بھی جہاں دستِ مسیحا ٹھہرے
کربِ احساس لئے کوئی وہاں کیا ٹھہرے

تلخ سچائیوں کے گھونٹ پئیں گے کیسے
ہم نہ سقراط، نہ منصور، نہ عیسےٰ ٹھہرے

سنگِ رسوائی نہ برسے کہ ملامت برسے
قلبِ صحرا میں ابھی وحشی بگولہ ٹھہرے

بپھری موجوں نے جزیروں کا لہو چاٹ لیا
کیسے طوفاں کے مقابل کوئی تنکا ٹھہرے

ننگی شاخوں پہ نہ گل اور ثمر اب کے برس
تیز آندھی میں کہاں برگِ تمنا ٹھہرے

کورے کاغذ پہ ابھارے گئے خاکے کتنے
دل وہ خاکہ جو ہر رنگ میں دھندلا ٹھہرے

جاگ اٹھتی ہے دریچوں میں صبا کی خوشبو
قرب کی آنچ لئے جب کوئی جھونکا ٹھہرے

نجم الحسن انجم ادیب

ریاست میسور کی یونی ورسٹیوں میں اردو کی تعلیم

ریاست میسور میں تین یونی ورسٹیاں ہیں جن میں سب سے قدیم "میسور یونی ورسٹی" ہے جس کی گولڈن جوبلی سات آٹھ سال پہلے منائی گئی۔ بیس سال پہلے ضلع دھاروار میں کرناٹک یونی ورسٹی کا قیام عمل میں آیا اور پانچ سات سال پہلے بنگلور میں بھی ایک یونی ورسٹی بنائی گئی اور یہاں ایک AGRICULTURAL UNIVERSITY بھی ہے۔

(۱) میسور یونی ورسٹی ۔۔۔۔۔ ہیڈ آفس ۔۔۔۔ میسور
(۲) کرناٹک یونی ورسٹی ۔۔۔۔۔ " دھاروار
(۳) بنگلور یونی ورسٹی ۔۔۔۔۔ " بنگلور

بنگلور یونیورسٹی کی حیثیت RESIDENTIAL کی ہے جس میں صرف بنگلور کارپوریشن کا علاقہ شامل ہے۔ اس ریاست میں چار انگلش کالج ہیں دو کرناٹک یونی ورسٹی میں اور ایک ایک میسور اور بنگلور یونی میں یہاں ان تینوں یونی ورسٹیوں میں آرٹس، سائنس، کامرس ہیں۔ طریقۂ تعلیم کی زبان کنڑا اور انگریزی ہے۔ مختلف مضامین کا نصاب انگریزی زبان اور کنڑی زبان میں چھپی ہوئی کتابوں میں سے طلبہ پڑھ سکتے ہیں۔ سائنس اور آرٹس میں B.A ڈگری اسٹیج تک طلبہ اردو زبان وادب SECOND LANGUAGE کی حیثیت سے پڑھتے ہیں یہاں کی ریاست کی تینوں یونیورسٹیوں میں ہر جگہ اردو زبان وادب سیکنڈ لینگویج کی حیثیت سے ہے دوسرے شعبوں کی طرح اس شعبہ میں بھی ایک دو اساتذہ کی جگہ رہتی ہے۔

پہلے میسور یونی ورسٹی میں آنرس کورس تھا جس سے مہاراجاس کالج میسور میں اردو ادب و فارسی ادب میں آنرس کورس تھا۔ مگر اب اس یونی ورسٹی سے آنرس کورس ہی نکال دیا گیا ہے۔ بنگلور یونی ورسٹی میں HONOURS COURSE کورس ہے مگر اردو ادب و فارسی ادب میں آنرس کورس نہیں۔

ایم۔اے کے درجہ میں کرناٹک یونی ورسٹی میں اردو ادب و فارسی ادب کی تعلیم کا شعبہ ہے اور میسور یونی ورسٹی میں اردو ادب کی تعلیم کا شعبہ ہے مگر بنگلور یونی ورسٹی میں باوجود کوشش کے اردو کا شعبہ قائم نہ ہو سکا۔

اردو والوں کی ذمہ داری

(الجمعیۃ کے اداریے سے)

جہاں تک اردو اکاڈمی کا تعلق ہے ہم اس کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتے، حکومت یو۔پی نے یہ قدم اٹھا کر ایک بڑی جرأت کا ثبوت دیا ہے جب تک اردو کا پورا مطالبہ منظور نہ ہو ۔۔۔ ہم اکاڈمی کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں اور ۔۔۔ صاحب کی یہ بات سو فیصدی صحیح ہے کہ اصل کام تو اردو والوں کو کرنا ہوگا۔ اردو کی بقا اور ترقی کی ذمہ داری اردو والوں پر ہی عائد ہوتی ہے، کم از کم اردو والوں کو اتنا ہی قدم اٹھانا چاہئے جتنا قدم حکومت یو۔پی نے اٹھایا ہے۔ اردو کا بار اردو والوں ہی کو اٹھانا ہوگا۔ یہ ذہنیت کہ سارے کام حکومت کرے اردو کے کیس کو کمزور کر دیتا ہے، اگر اردو ماری جائے گی تو خود اردو والوں کی سہل انگاری اور غفلت کی وجہ سے چونکہ اردو سے مسلمانوں کا تعلق زیادہ ہے اس لئے انھیں اردو اخبارات اور اردو لٹریچر کی سرپرستی کرنی چاہئے۔ ہر مسلمان اگر سالانہ پانچ روپے بھی اردو لٹریچر اور اخبارات کے لئے اپنے بجٹ میں مخصوص کر دے تو اردو کی اشاعت میں کافی اضافہ ہو سکتا ہے اور حال یہ ہے کہ اردو کی کوئی کتاب بھی ہاتھوں ہاتھ نہیں نکلتی۔ اردو اخبارات کی اشاعت بھی محدود ہے، کوئی اردو کا اخبار پچاس ہزار کی تعداد میں نہیں نکلتا۔ سات کروڑ مسلمانوں میں سے اگر ایک کروڑ مسلمان بھی اردو خواں ہوں تو اردو اخبارات کی اشاعت لاکھوں تک پہنچ سکتی ہے اگر یہ سرد مہری کارفرما رہی تو حکومت کب تک اسے سہارا دے گی، اردو کی بقا اردو والوں پر منحصر ہے، خود اردو والے کچھ نہ کریں اور حکومت جو بھی رویہ اختیار کرے اس پر اعتراض کرنا خود غرضی ہوگی اور بکری کی ماں زیادہ عرصہ تک خیر نہ منا سکے گی۔ ۰ الجمعیۃ

مراسلات

"غالب میسور میں"

اس عنوان کے تحت اب سے ڈیڑھ دو سال پہلے "ہماری زبان" کے صفحات پر میں نے ان رسالوں کا تعارف کرایا تھا جو غالب صدی سال میں صوبۂ میسور میں شائع ہوئے تھے۔ پچھلی سنٹرل مسلم اسوسی ایشن لائبریری بنگلور میں رائچور کا ایک رسالہ نظر سے گذرا جسے غالب صد سالہ تقریبات کمیٹی رائچور نے شائع کیا تھا۔ اس کا نام "نذر غالب" ہے۔

اس کے مضامین کا اشاریہ غالبیات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے درج ذیل ہے۔

(۱) خراج عقیدت ۔	مولانا حالی
(۲) غالب کا حوصلۂ کمال ۔	ڈاکٹر ذاکر حسین
(۳) پیام ۔	دیریندرا پاٹل
(۴) ہم نوا ۔	اقبال
(۵) حیات غالب (پرکیف نظر) ۔	محمد ضیا الدین
(۶) وحدت انسانی کا علمبردار ۔	احتشام حسین
(۷) ایک جدت طراز شاعر ۔	سید منظور الحسن
(۸) غالب کی فنی پختگی ۔	شیخ محمد اکرام
(۹) غالب کی خوش مزاجی ۔	سید انور حسین
(۱۰) ایک انسان ایک شاعر ۔	قدوس ناظم صاحب
(۱۱) غالب اپنے خطوط کے آئینے میں ۔	ارجمند سلطانہ
(۱۲) جشن غالب ۔	ساحر لدھیانوی
(۱۳) تضمین ۔	ڈاکٹر عدنانی شعلہ
(۱۴) انداز بیان اور ۔	کیلاش ناتھ
(۱۵) ایسی بلندی ایسی پستی ۔	زبیدہ سلطانہ
(۱۶) غالب کی مشکل پسندی ۔	رضی حسنی صاحب
(۱۷) گلدستۂ اشعار غالب	سید منظور الحسن

اردو مضامین کے ساتھ ساتھ غالب پر انگریزی اور یہاں کی علاقائی زبان "کنڑا" میں بھی مضامین شامل ہیں۔

انگریزی مضامین

(1) MIRZA ASADULLA KHAN GHALIB...

..... BY PROF. MUJEEB.

(2) GHALIB THE GREAT LITERATURE..

..... M.A. DILKASH.

(3) GHALIB- INDIAN PHILOSOPHY AND HIS

POETRY..... FA. ABBASI.

(4) GHALIB- AS AN REALIST........

KHAZI ABDUR RAUF.

کنڑا مضامین

(1) GHALIB RAVARU ANU VA.U KARAN.—

... BY- G.S. SIDDLIUDIAH.

(2) GHALIB RAVARU JEEVANU.......

DEVANDRA KUMAR. HAKARI.

(3) MAHA KAVI GHALIB..... RIJAZUDDIN

FIROZI.

مئی ۱۹۷۰ء میں اس ریاست کے ایک مشہور ادیب جناب محمد خان صاحب نے بھی ایک کتاب "کلام غالب کے انگریزی ترجمے" شائع کی ہے جو واقعی ایک عمدہ کتاب ہے۔

کولار۔ نجم الحسن انجم ادیب

ناظم خط و کتابت اردو کورس جامعہ ملیہ کے نام دو خط

(۱)

عرض گذارش یوں ہے کہ میں نے "نیشن" نامی اخبار میں پڑھا۔ اردو نہ جاننے والوں کے لئے گھر بیٹھے ہندی کے ذریعہ اردو کی مفت تعلیم ڈاک سے کتابیں بھیج کر دی جاتی ہیں۔ البتہ پورے کورس کا ڈاک خرچ دو روپیہ ہے۔ اس لئے میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ اپنا داخلہ فارم بھیج دیں اور میں اس فارم کو بھر کر فارم کے ساتھ میں دو روپیہ بھیج دوں گا اور اس طرح ایک ایک کرکے کتابیں بھیجتے جایئے اور میں ہمارے گھر اور پڑوس کے ادیبوں کو اردو پڑھانے کی کوشش کروں گا۔ سلام و دعا

بمبئی ۔ عبد المجید عبد الحمید سرگروہ

(۲)

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ اخبار الجمعۃ میں خط و کتابت اردو کورس کا اشتہار نظر سے گذرا بڑی مسرت ہوئی، یہ اردو کی خدمت ہے یہاں کئی ہندی جاننے والے اصحاب اردو سیکھنے کے شوقین ہیں۔ لہٰذا گذارش ہے کہ کم سے کم چار عدد داخلہ فارم اور نصاب تعلیم روانہ فرمائیں۔ تاکہ خانہ پری کرکے مع فرد کی داخلہ فیس فارم روانہ کئے جائیں ہیں ایسے شوقین لوگوں کے نام سے کورس جاری کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے آپ فارم و نصاب تعلیم ضرور روانہ فرمائیں گے۔

ناگپور ۔ فخر الدین انواری

***

انجمن کی خبریں

انجمن ترقی اردو نلگنڈہ کے زیر اہتمام ایک جلسہ

نلگنڈہ:۔ انجمن ترقی اردو نلگنڈہ کے زیر اہتمام ٹاؤن ہال میں بصدارت ہیجال رنگ راؤ صاحب صدر انجمن ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں مہمان خصوصی جناب سری نواس لاہوٹی صاحب نے اردو کی ترقی کی راہ میں حائل ہونے والی مشکلوں کا نہایت تفصیل سے جائزہ لیا۔ اور کہا کہ باوجودیکہ اردو ہندوستان کی سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے اور ہمارے مشترکہ کلچر کی نشانی اور میراث ہے، آج اس ملک میں اس کا کوئی علاقہ نہیں۔ اگر حکومت کے اندر رتی برابر بھی انصاف ہے تو ہندی کے علاقے ہی کو اردو کا علاقہ قرار دے سکتی ہے تاکہ وہ بھی شانہ بہ شانہ ترقی کرتی رہے۔

آپ نے کہا کہ اردو کے حال اور مستقبل کو تابناک بنانا ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اس کے لئے جدوجہد کے لئے کمرہمت کس لینا چاہیئے۔ حکومت کی پالیسی سے قطع نظر ہمیں اس میدان میں کام کئے جانا چاہیئے۔ یاد رکھیئے اردو اگر ختم ہوگی تو اس کے بولنے والوں کی وجہ سے ہوگی ورنہ ظالم سے ظالم حکومت بھی قانون بنا کر اسے ختم نہیں کر سکتی۔ انھوں نے یہودیوں کی تاریخ سے ایک مثال دی کہ کس طرح ہٹلر کی سخت کوششوں کے باوجود یہودیوں نے اپنی زبان کو سینے سے لگائے رکھا اور نتیجتاً عبرانی یونی ورسٹی آج ایشیا بھر میں سب سے بڑی یونی ورسٹی ہے۔

لاہوٹی صاحب نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا مادری زبان کو کچھ کم نہ سمجھئے۔ بعض اوقات یہ مذہب سے زیادہ اہم ہو جاتی ہے قوموں اور افراد کی زندگیوں میں ایسا لمحہ بھی آسکتا ہے جب کہ وہ مذہب تبدیل کر سکتے ہیں لیکن وہ اپنی زبان نہیں چھوڑ سکتے۔

آپ نے مزید کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں اردو پاکستان کی زبان ہے لیکن کہنے والے ذرا یہ نہیں سوچتے کہ پاکستان کو وجود میں آئے چند سال بھی نہیں ہوئے اور اردو صدیوں پہلے سے موجود ہے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہمارے آپ کے سامنے ہے کہ اردو کے لئے پاکستان جیسا بنجر علاقہ سازگار نہیں ہو سکتا۔ اردو تو گنگ و جمن ہی کے علاقہ میں پنپ سکتی ہے۔ آپ تہیہ کرلیں کہ جب تک ہم یہاں ہیں ہماری زبان بھی رہے گی اب وعدوں کی بہار کا موسم آرہا ہے۔ خوشامد و درآمد ہوگی ووٹوں کے لئے آپ کے سامنے جھولیاں پھیلیں گی لیکن آپ دو ٹوک پوچھیے کہ جناب اردو کے لیے آپ نے اب تک کیا کام کیا اور آئندہ کیا کریں گے۔ آپ کے مینی فسٹو میں اس سلسلے میں کیا تجاویز ہیں؟

• معتمد انجمن ترقی اردو نلگنڈہ

انجمن ترقی اردو ہندوپور کا اجلاس

ہندوپور:۔ انجمن ترقی اردو ہندوپور کے زیر اہتمام ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جناب سری نواس لاہوٹی آرگنائزنگ سکریٹری ریاستی انجمن نے تقریر کرتے ہوئے اردو زبان کی تاریخ پر تفصیلی روشنی ڈالی۔

انھوں نے کہا کہ جب تک ہندوستان میں ایک بھی اردو بولنے والا رہے گا یہ زبان زندہ رہے گی۔ انھوں نے اردو کے تحفظ کے لئے سرگرم مساعی کا مشورہ دیا۔ جناب ایم۔ اے لطیف کاظم معتمد انجمن ترقی اردو ہندوپور نے بھی اردو والوں سے تعمیری جدوجہد کرنے کی اپیل کی صدر جلسہ الحاج وی کے بشیر احمد نے کہا کہ انتخابات میں ہم انہی امیدواروں کو ووٹ دیں گے جو اردو کو اس کا جائز مقام دلانے کا یقین دیں۔ دوسرے روز کے اجلاس میں جناب لاہوٹی نے تعلیمی مسائل پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے ابتدائی مدارس میں تجربہ کار اور قابل اساتذہ کی ضرورت پر زور دیا۔

• انجمن ترقی اردو ہندوپور

انجمن ترقی اردو کورولائی اسٹیٹ کے انتخابات

کورولائی:۔ انجمن ترقی اردو کا اجلاس جناب سید عمر علی صاحب کے مکان پر جناب عبدالوحید صاحب صدیقی کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ اجلاس میں انجمن کے عہدہ داروں و مجلس عاملہ کا انتخاب عمل میں آیا۔

جناب بشیر محمد صاحب (صدر)، جناب امیر محمد صاحب ایڈوکیٹ (نائب صدر)، سید اعجاز علی (معتمد)، جناب سلیمان خاں تجار (نائب معتمد)، جناب خلیل اللہ صاحب (خازن) منتخب ہوئے۔

• سید اعجاز علی، سکریٹری

اخبار و اذکار

اردو اکاڈمی کے اخراجات کی منظوری

لکھنؤ، حکومت اترپردیش کے محکمۂ قومی یکجہتی کے سکریٹری جناب زیبون پرشاد نے اردو اکاڈمی کے سکریٹری جناب صلاح الدین عمر کے نام ایک سرکاری ہدایت میں ۵ لاکھ ۱۰ ہزار کی رقم رواں سال میں اکاڈمی کی مختلف سرگرمیوں پر خرچ کرنے کے لئے گورنر کی منظوری کی اطلاع دی ہے اور ان مختلف مدوں کو متعین کر دیا ہے جن کے تحت یہ روپیہ خرچ کیا جائے گا۔

جن مدوں پر یہ رقم خرچ کی جائے گی وہ یہ ہیں:

(۱) اکاڈمی، عام لائبریریوں اور دار المطالعوں میں اردو کی کتابیں، اخبارات اور رسائل خریدنے کے لئے ایک لاکھ ۵ ہزار روپیہ دے گی۔

(۲) اردو کی کتابوں کے مصنفوں کی طبع زاد تخلیق میں ہمت افزائی کے لئے ایک لاکھ روپیہ۔

(۳) اردو کی کتابیں چھپوانے میں اردو کے ادیبوں اور مصنفوں کو اشاعت کے لئے مدد دینے میں اکاڈمی خزانہ کے اخراجات اور اکاڈمی دفتری اخراجات مجموعی طور سے ۳ لاکھ ۵ ہزار روپیہ۔

• قومی آواز۔ لکھنؤ

اردو کے ادیب اور شاعر قومی یکجہتی کو فروغ دیں

لکھنؤ، اترپردیش میں ہریجن اور سماجی بہبود کی وزارت سے وابستہ خاتون بیگم حامدہ حبیب اللہ نے اترپردیش ینگ سوسائٹی کے زیر اہتمام منعقدہ ایک تقریب میں اردو کے شاعروں، ادیبوں اور قلم کاروں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنے علم و قلم کے زور سے قومی ہم آہنگی اور فرقہ وارانہ خیرسگالی پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ ملک کو امن و سکون کی فضا میں ترقی اور خوشحالی کے راستہ پر گامزن ہونے کا موقع مل سکے۔

• سیاست جدید کانپور

جامعہ میں ذاکر صاحب کا یوم پیدائش

۸ فروری کو جامعہ ملیہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کا یوم پیدائش منایا گیا۔ ایک خوبصورت پنڈال میں جلسہ ہوا جس کی صدارت پروفیسر حبیب نے کی، پروفیسر مجیب نے ذاکر صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ جامعہ ذاکر صاحب کی یادگار ہے اور انھیں کے بنائے ہوئے خطوط پر چلتی رہے گی۔ جناب اگنی ہوتری نے تقریر کرتے ہوئے ذاکر صاحب کی پھولوں اور پودوں سے گہری دلچسپی کا ذکر کیا اور ان کی شرافت اور وضعداری پر روشنی ڈالی۔ جناب نایک نے ان کی تعلیمی خدمات کو سراہا، جناب سرینواسن نے جو بہار میں ذاکر صاحب سے بہت قریب رہے تھے ان کی شخصیت کی جامعیت پر روشنی ڈالی۔ پروفیسر آل احمد سرور نے ان کو مرد تہذیبی قرار دیا اور ہندوستانیوں کے لئے عموماً اور ہندوستانی مسلمانوں کے لئے خصوصاً ان کی شخصیت اور کارناموں کی تقلید کی اہمیت واضح کی۔ جسٹس واسدیو مہرا نے ان کی انسان دوستی اور منکسرالمزاج شخصیت پر زور دیا۔ ڈاکٹر نورالحسن وزیر مملکت برائے تعلیم نے علی گڑھ میں ان کے کارناموں پر روشنی ڈالی۔ آخر میں اقبال کی نظم خضر راہ کا ایک بند (برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی) جو ذاکر صاحب کو بہت پسند تھا، ہلال احمد نے خوش الحانی سے پڑھا۔

سبھی متفق تھے کہ ذاکر صاحب کے کارناموں کے تذکرے سے تہذیب و انسانیت پر ایمان تازہ ہوا۔

• نامہ نگار

جونیر کالج کاغذ نگر سے اردو ذریعہ تعلیم کا اخراج

حیدرآباد، جونیر کالج کاغذ نگر سے اردو ذریعہ تعلیم کی کلاسس برخواست کردئے جانے پر قاضی نصرت صاحب میونسپل کونسلر سرپور (کاغذ نگر) نے ایک بیان میں سخت احتجاج کیا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ سرپور کاغذ نگر میں بھی مسلسل نمائندگی کے بعد اردو ذریعہ تعلیم کی کلاسس کا آغاز عمل میں لایا گیا تھا لیکن گزشتہ ماہ یہاں سے اردو کی جماعتیں برخواست کردی گئیں جس کی وجہ سے اردو داں طلبہ اور ان کے سرپرستوں میں بے چینی پیدا ہوگئی ہے۔ جناب نصرت نے مرکزی حکومت اور ریاستی حکومت سے ضروری کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا۔

• سیاست حیدرآباد

اردو والوں کی بے حسی

نارائن کھیڑ، ریاست آندھرا پردیش کی تشکیل کے بعد ریاست کے ممتاز رہنما جناب نیلم سنجیوا ریڈی، ڈاکٹر گوپال ریڈی کے برہما نند ریڈی، وزراء اور دیگر قائدین نے یقین دلایا تھا کہ اردو آندھرا پردیش کی ایک زبان کی حیثیت سے باقی رہے گی اور تلگو سے ناواقفیت کی بنا پر اردو داں افراد کو سرکاری ملازمت میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا جس کا سارے ملک میں خیر مقدم کیا گیا لیکن موجودہ حکومت کے اس اعلان سے کہ سرکاری ملازمتیں صرف انھیں کو دی جائیں گی جو تلگو داں ہوں، اردو والوں کو سخت تشویش لاحق ہوگئی ہے اور وہ اردو کے لسانی حقوق کے حصول کی جدوجہد میں اردو کے خدمت گزار دل

اور محبان اردو کی بے حسی اور بے عملی کو اردو کے حق میں سم قاتل قرار دے رہے ہیں اور موجودہ واقعات نے جن اندیشوں کو جنم دیا ہے وہیں عوام متوقع ہیں کہ حکومت اردو بولنے والوں کی مشکلات اور دشواریوں کو حل کرانے میں لسانی خیرسگالی اور یکجہتی کی فضا قائم رکھنے کے لئے انصاف پسندی اور رواداری کا ثبوت دے گی۔

• رہنمائے دکنی

خط کتابت اردو کورس کی دوسری سہ ماہی رپورٹ

اس کورس کی تین منزلیں ہیں۔ ہم نے تجربہ کے طور پر ہر ایک منزل کے لئے چار مہینے رکھے ہیں۔ اس طرح یہ کورس سال بھر میں پورا ہونا چاہیے۔

اب سے چار مہینے پہلے یعنی اگست سنہ ۱۹۴۱ء کے آخر میں ہمارے اراکین کی تعداد نو سو بارہ تھی۔ اس حساب سے دسمبر ۱۹۴۱ء تک تقریباً آٹھ سو اراکین کو دوسری کتاب منگوانی چاہیے تھی لیکن ایک سو پچھتر اراکین نے یہ کتاب منگوائی۔ چونکہ ہم تجربہ کی منزل سے گزر رہے ہیں۔ اس کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں ایک سوالنامہ جاری کیا گیا جس میں یہ تین سوال تھے۔ ان میں سے کسی ایک پر نشان لگانا تھا۔

۱۔ اگر آپ نے رہنما ختم کر لیا ہو تو لکھائی کا نمونہ بھیج کر دوسری کتاب حاصل کر لیجئے۔

(۲) رہنما ختم کرنے کا موقع نہ ملا ہو تو لکھئے کہ اب آپ اس کی تکمیل کر رہے ہیں۔

(۳) کسی وجہ سے پڑھائی جاری رکھنا مشکل ہو تو نام خارج کرا لیجئے۔

یہ سوالنامہ جنوری سنہ ۱۹۴۲ء کے پہلے ہفتہ میں جاری کیا گیا۔ ۱۰ جنوری تک ۷۸۰ جواب ملے جس میں:

(۱) دوسری کتاب حاصل کی: ۵۴۵

(۲) رہنما مکمل کرنے کی کوشش میں ہیں: ۸۶

(۳) رہنما گم ہو گیا ہے دوبارہ حاصل کرنے والے: ۱۲۷

(۴) نام خارج کرانے والے: ۲۲

یہ جوابات امید افزا ہیں۔ اس کا مکمل تجزیہ تیسری سہ ماہی رپورٹ میں پیش کیا جائے گا۔ ستمبر ۱۹۴۱ء کے آخر تک اراکین کی تعداد نو سو اٹھاون تھی۔ اب ایک ہزار تینتیس ہے۔ ان تین مہینوں میں پچھتر اراکین کا اضافہ ہوا۔ ذیل کی وجوہ کی بنا پر غنیمت سمجھنا چاہیے۔

۱۔ ہم نے صرف تعطیلات گرما میں اشتہار دیا تھا۔ اس کے بعد دام نہ ہونے کی وجہ سے اشتہار نہ دے سکے۔ اس کورس کا بڑا اشتہار ملک کے طول و عرض میں لوگوں تک یہ بات پہنچانی ہے کہ اردو نہ جاننے والوں کے لئے کس زبان کے سہارے پڑھانے کا انتظام جامعہ میں موجود ہے۔ اشتہار محدود رقم تک دیا جا سکتا ہے۔ ہماری پہلی رپورٹ اخباروں نے بہت کم شائع کی ہے۔ اس دوسری رپورٹ کی اشاعت سے اس مقصد سے دلچسپی رکھنے والوں کا اندازہ ہو جائے گا کہ ہماری مدد کس حد تک ہوئی ہے۔ اخبارات اور رسالوں کا فرض ہے کہ اس مقصد کی اشاعت کے لئے اپنی فیاضی دکھائیں اور خود بھی اس مقصد کا پروپیگنڈہ کریں۔ جناب آل احمد سرور صاحب مدیر رسالہ "ہماری زبان" کے ہم مشکور ہیں کہ موصوف ہمارے اراکین کے خطوط شائع کیا کرتے ہیں۔

(۲) اکتوبر سنہ ۱۹۴۱ء سے یہ پابندی لگا دی ہے کہ ہر رکن کے لئے دو روپے ڈاک خرچ کے ادا کرنے ضروری ہیں۔

(۳) جنگ کے بحران کا بھی اثر پڑا ہوگا۔

(۴) لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ داخلے بالعموم موسم گرما میں ہوتے ہیں۔ جولائی کے بعد یہ بند ہو جاتے ہیں۔ اب جنوری سے ہم نے یہ اشتہار دیا ہے کہ اس کورس کا داخلہ سال بھر جاری رہتا ہے۔

جن لوگوں نے دوسری کتاب ختم کر لی ہے ان کے خطوط اردو میں آنے لگے ہیں۔ ان میں سے ہم بعض رسالہ "ہماری زبان" "کتاب نما" اور "جامعہ" میں شائع کر رہے ہیں۔ ان خطوط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس زبان سے ان کی دلچسپی بڑھ رہی ہے۔

پہلی دفعہ ہم نے صوبہ واری اعداد و شمار جاری کئے تھے۔ اس دفعہ پیشے کے لحاظ سے شائع کر رہے ہیں۔

اس رپورٹ کے ذریعے جس کے بارے میں توقع ہے کہ اخبارات اور رسالے اس کو شائع کریں گے ہم یہ بات صاف کر دینا چاہتے ہیں کہ ۔۔

یہ کورس ان لوگوں کے لئے ہے جو اردو نہیں جانتے ہیں اور گھر بیٹھے کسی ایک زبان کے ذریعے جسے وہ جانتے ہیں اردو سیکھ سکتے ہیں۔ اس کی فیس نہیں ہے۔ کتابیں بھی ایک ایک کرکے مفت دی جاتی ہیں لیکن پورے کورس کا ڈاک خرچ دو روپے ہے جو داخلہ فارم کے ساتھ منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر کے ذریعہ آنا چاہئے۔

پیشے کے لحاظ سے اب تک کے اراکین کی تعداد یہ ہے:

۱۔ ملازم	...	۴۵۰
۲۔ طلبہ	...	۳۱۷
۳۔ استاد	...	۴۳
۴۔ تاجر	...	۵۵
۵۔ دیگر:		
(۱) بے روزگار	...	۹۰
(۲) کھیتی باڑی	...	۱۶
(۳) صاحب جائداد	...	۱۵
(۴) بڑھئی	...	۹
(۵) پولٹری فارم	...	۳
(۶) بیمہ ایجنٹ	...	۲
(۷) ٹائپسٹ (اپنا کام)	...	۲
(۸) درزی	...	۳
(۹) گھڑی ساز	...	۳
(۱۰) پریس	...	۳
(۱۱) بکبنگ	...	۱۱
(۱۲) فوجی	...	۸
(۱۳) ایڈوکیٹ	...	۱
(۱۴) ڈاکٹر	...	۱
(۱۵) دھوبی	...	۱
میزان —		۱۶۸
		۱۰۳۳

عبدالغفار مدھولی، ڈائرکٹر
خط و کتابت اردو کورس

اعلانِ پیشکش

ہند و پاک کے منفرد صاحب طرز شاعر خورشید احمد جامی مرحوم کی دوسری برسی ۸ر مارچ ۱۹۷۲ء کو منعقد ہوگی۔ اس موقع پر ایک عظیم الشان کل ہند ادبی شعری انعامی مقابلہ بھی منعقد کیا جارہا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) حضرت جامی کے حسب ذیل دو مصرعے بطور طرح دیئے جارہے ہیں جن پر طبع آزمائی کی جائے۔

(ا) ہر دھڑکن ہوں ہر دل کے دھڑکنے کی صدا ہوں
قافیہ ردیف

(ب) دل کے ورق پہ نام ہے کس کا لکھا ہوا
قافیہ ردیف

کوئی غزل ۹ سے کم اور ۱۰ سے زیادہ اشعار کی نہ ہو۔

(۲) حضرت جامی کی شخصیت، شاعری اور فکر و فن کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا جائے۔

(۳) حسب ذیل تین عنوانات میں سے کسی ایک پر کم از کم تین فل اسکیپ صفحات کا مضمون لکھا جائے۔

(ا) جامی کی شاعری کے صحت مند عناصر اور پہلو۔
(ب) جامی کا کلام کیوں زندہ رہے گا؟
(ج) جامی کے کلام میں کیا اور کونسی اُڑ کھی اور چونکانے والی بات ہے۔

شرائط:

(۱) ہر نظم غزل اور مضمون کے نیچے طبع زاد، تازہ اور غیر مطبوعہ لکھا ہونا ضروری ہے ورنہ مقابلے میں شریک نہیں کیا جائے گا۔

(۲) تمام تخلیقات ۲۵ر فروری ۱۹۷۲ء کی شام تک شخصی طور پر یا ڈاک سے وصول ہو جانی چاہئیں۔

(۳) ججوں کے تصفیہ کے مطابق غزل، نظم اور مضمون میں اول، دوم اور سوم قرار پانے والی تخلیقات پر علی الترتیب ذیل کے ادبی انعامات پیش کئے جائیں گے۔

۱۔ انعام اول ۲۵/- روپے نقد اور جامی کے مجموعوں رخسارِ سحر، برگِ آوارہ، یادوں کی خوشبو اور قیمت عرض ہنر و جامی کا بیر کا ایک سیٹ دیا جائے گا

۲۔ انعام دوم ۱۵/ روپے نقد " " " "

۳۔ انعام سوم ۱۰/ روپے نقد " " " "

علاوہ ازیں انعام یافتہ تخلیقات کو برگِ آوارہ کے ۸ر دسمبر ۱۹۷۲ء کے شماروں میں شائع کیا جائے گا اور انعام یافتہ حضرات کے نام ایک سال کے لئے "برگِ آوارہ" اعزازی طور پر جاری کیا جائے گا۔

نوٹ: خط و کتابت "دفتر برگِ آوارہ" ترپ بازار حیدرآباد کے پتے پر کی جائے اور تخلیقات و لفافوں پر "برائے انعامی مقابلہ" ضرور لکھا جائے گا۔

ادارہ "برگِ آوارہ"

ہماری زبان

سے خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

باقی صفحہ ۱۲ سے آگے

نقطۂ نظر سے بھی روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔ ان پیاریوں کے ناموں کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بیشتر نام ذاتی نہیں بلکہ صفاتی ہیں۔ بعض نام نظموں میں آئے بھی نہیں یہ کہیں نہیں بتایا گیا کہ ناموں کا یہ تعین کلیات کے قدیم مخطوطہ نسخوں میں بھی ہے یا بعد میں خود پروفیسر زور نے کیا۔ اس پر تحقیقی نظر ڈالی جاتی تو ممکن تھا کوئی نئی بات سامنے آتی۔ لالہ، لالن، موہن، سجن اور محبوب سب ہم معنی الفاظ ہیں اور نظموں میں جہاں آئے ہیں ان سے اسم معرفہ ہونے کا قرینہ بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ اسم نکرہ ہونے کا۔ کیا یہ سب ایک ہی ذات کے لئے استعمال نہیں ہو سکتے؟ ساونلی، کولی، اہند دھنوری، بہمنی، ہندو، کھبرو، رخ تالنگن، دکھن کی تیلی رنگ و روپ کے اعتبار سے مشترک خصوصیت کی حامل ہو جاتی ہیں۔ کیا یہ ایک ہی ذات نہیں ہو سکتی؟ گوری، رنگیلی، نور کی مورت، نازنین، ماہ ابرو کو کیا ایک تصور نہیں کیا جا سکتا؟ ان سب کی جو صفات پیش کی گئی ہیں ان میں کوئی ایسا تضاد نہیں پیدا ہوتا جس کے باعث الگ الگ ذاتوں کا تعین کرنا ضروری ہو۔ نہ قطب شاہ نے ایسے سراپا پیش کئے ہیں جو ان محبوبوں کی منفرد شخصیتوں کا تعین کر سکیں۔ یہاں شاعرانہ انداز میں عام خصوصیات کا بیان ہے یا صرف جنسی تلذذ کا۔ ان نظموں سے کوئی "تاریخی حقیقت" سامنے نہیں آتی۔ یہ تو محض ایسی نظمیں ہیں جن میں ایک عیاش اور ناآسودہ ذہن کی کیفیات کا ذکر ہے۔

ان پیاریوں میں زور نے سب سے پہلے ننھی کو قابل ذکر قرار دیا ہے۔ جاوید صاحب اسے "سب پیاریوں کی سرتاج" قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان نظموں سے ننھی کے تفوق کا کوئی اشارا نہیں ملتا۔ ننھی پہ پانچ نظمیں ہیں، سو پیاری پہ بھی پانچ نظمیں کہی گئی ہیں۔ لیکن پیاری پر پہلی ہی نظم میں دو شعر ہیں ــ

سکیاں جانا پیاری پیاری کوں آج
کہ سب چھند بھریاں کا ہے سیں تاج
توں خوباں کا ہے روپ میں بادشاہ
تو دیا ہے ہمیں سب تیرے تیں ہمہ خراج

کیا اس صاف اعتراف کے باوجود یہ کہنا مناسب نہ ہوگا کہ سب پیاریوں کے سرتاج ہونے کا فخر پیاری کو حاصل ہے؟

جاوید صاحب نے کوک شاستر، کام شاستر اور اننگ رنگ وغیرہ کی مدد سے یہ ثابت کیا ہے کہ قطب شاہ کی سب محبوبائیں پدمنی اور چترنی ہیں اور ان کتابوں سے عورتوں کی خصوصیات کو تفصیل سے پیش کرکے بڑی کاوش سے پیاریوں کی خصوصیات کی جدولیں تیار کی ہیں۔

مقدمہ میں ہر پیاری سے متعلق نظموں کے اشعار کو نثر کے پیرایہ میں پیش کیا گیا ہے۔ یہاں اس بات کا التزام نہیں کیا گیا کہ سب اشعار ترتیب وار نثر کے پیکر میں ڈھل جائیں بلکہ ضرورت کے مطابق کہیں کہیں کچھ حذف و اضافے سے کام لیا گیا ہے۔ ایک طور پر اسے نظموں کا نامکمل منثور ترجمہ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن مرتب نے اس ترجمہ کے ذریعہ پیاریوں کے مرقعے بنانے اور وہ جنسی فضا پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جو ان نظموں کے پس منظر میں کارفرما رہی ہے اور جسے شاید قطب شاہ زبان کی نارسائی کے باعث ادا نہیں کر پایا تھا۔ ان نظموں کی ادبی حیثیت کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی۔

قلی قطب شاہ کی زبان قدیم زبان ہے جو آج کے لوگوں کے لئے تشریح و فرہنگ کے بغیر تقریباً ناقابل فہم ہو جاتی ہے۔ اگر اس مجموعہ کا مقصد اردو کلاسکس کو آج کی اردو دنیا سے روشناس کرانا تھا تو ان نظموں کے مقابل ہی ان اشعار کا لفظ بہ لفظ ترجمہ دیا جانا ضروری تھا۔

کلیات قلی قطب شاہ مرتبہ زور میں نامانوس الفاظ کے معنی الفاظ کے ذیل میں ہی دے گئے ہیں۔ لیکن جہاں کہیں الفاظ یا شعر کی عبارت صاف نہیں تھی حرف نظر کر لیا گیا ہے۔ امید تھی کہ ایسے مقامات بعد میں شائع ہونے والے اس مجموعے سے واضح ہو جائیں گے لیکن یہاں ایسے بعض اشعار یکسر حذف ہی کر دئے گئے۔ بعض اشعار جو زور کے نسخہ میں نامکمل تھے یا ان کا ایک ایک مصرعہ ہی دیا گیا تھا وہ بھی حذف کر دئے گئے۔ مجموعی طور پر نظموں کی ترتیب اور اشعار کی ترتیب تو یکسر نسخۂ زور کے مطابق ہے۔ صرف یہ کہ اشعار کی تعداد کم ہو گئی ہے۔

آخر میں مرتب نے ان نظموں کی فرہنگ شامل کی ہے بعض الفاظ کے ساتھ خاص طور پر نشان دہی کی گئی ہے کہ سنسکرت سے آئے ہیں یا برج سے۔ یہ نشان دہی اگر سب الفاظ کے ساتھ کر دی جاتی تو بعض اردو الفاظ کے "تاریخی ارتقا" کا کھوج لگانے میں مددگار ثابت ہوتی اور اس دور کی زبان کے مزاج کا تعین بھی ہو سکتا نیز آئندہ لغت نگاروں کو بھی اس سے راہ ملتی۔ اس فرہنگ میں بعض جگہ حروف تہجی کی ترتیب بھی نظر انداز ہو گئی ہے۔

تبصرہ

عتیق احمد صدیقی

نام کتاب: "روپ رس"
مرتبہ: جاوید وششٹ (صدر شعبۂ اردو دلی کالج، دہلی)
ناشر: بک سروس، دہلی
قیمت: ۶۔۵ روپے

"محمد قلی قطب شاہ معانی (۱۵۸۰ء تا ۱۶۱۲ء) اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر، شہر حیدرآباد فرخندہ بنیاد کا بانی، مغل اعظم جلال الدین محمد اکبر کا ہم عصر، قطب شاہی خاندان کا پانچواں تاجدار تھا۔" قلی قطب شاہ کے عیش و عشرت سے متعلق پروفیسر زور نے لکھا تھا:

"سلاطین قطب شاہیہ میں محمد قلی قطب شاہ ہی ایک ایسا بادشاہ ہے جس کا زمانہ زیادہ سے زیادہ امن و امان اور راحت و آرام سے گزرا اور جس نے اپنی تمام زندگی عیش و عشرت اور بہجت و کامرانی میں گزار دی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حقیقت یہ ہے کہ سلطان محمد قلی کو عیاشی کے جو موقعے حاصل ہوئے تھے شاید کسی بادشاہ کو ان کا عشر عشیر بھی نصیب نہ ہو سکتا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عنفوان شباب کے ساتھ ہی وہ مہ جبینوں کے ماحول میں رہنے لگا جن میں سے ہر ایک اس پر جان و دل فدا کرنے کو تیار تھی۔ اس حسین و رنگین ماحول کے ثبوت خود محمد قلی کے کلام سے بھی دستیاب ہوتے ہیں۔"

"روپ رس" اسی اجمال کی تفصیل اور کلیات قلی قطب شاہ مرتبہ زور کے اسی تفصیل سے متعلق حصہ کا اقتباس ہے۔ پروفیسر زور نے کلام کی داخلی شہادتوں کی بنا پر ایک ایسے بادشاہ کا ذکر کیا تھا جسے امن و امان کے باعث عیاشی کے زیادہ سے زیادہ مواقع حاصل ہوئے۔ جاوید صاحب نے اس میں تقدیس کا پہلو بھی ڈھونڈ نکالا۔ وہ فرماتے ہیں:

"ان نظموں کی فضا پر ہندو دیومالا کی گہری چھاپ ہے جس نے عریانی کو تقدیس اور جنسی آلودگی کو طہارت اور پاکیزگی بخش دی ہے۔"

استدلال یہ ہے کہ قلی قطب شاہ کے "تمام نظموں میں اس عیش و عشرت کو نبی، علی اور بارہ اماموں" سے جوڑ دیا گیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ

"اسی تقدیس و طہارت نے محمد قلی کو عریاں ہونے سے بچا لیا بلکہ محمد قلی کے کلام کو عریانی و تقدیس کا حسین سنگم بنا دیا ہے۔"

حالانکہ یہ بھی اعتراف کیا گیا ہے کہ ان نظموں میں نہ کالی داس جیسا کسی پیاری کا سراپا ہے، نہ کوئی پارتی ہے نہ کوئی چتر کار ہے، نہ کوئی شاعر ہے، بلکہ بظاہر ہوتا ہے کہ محمد قلی "رس بلاس" میں ہی غرق رہتا ہے۔ یہ یقیناً اس تقدیس کی نفی ہے جس کا شروع میں اظہار ہوا۔ مقدمہ کی ابتدا میں اسی انداز کو پیش بھی کیا گیا ہے۔ سچ یہ ہے کہ نبی، علی یا بارہ اماموں کا نام محض تکیۂ کلام کی حیثیت سے لیا گیا ہے، ان کے استعمال میں شاعر کے ذہن میں کوئی سنجیدگی کا شائبہ بھی نظر نہیں آتا وہ "فتنۂ دکھن" سے عشق کا اظہار اور وصل کی خواہش کرتا ہے لیکن اس کے اس مطالبہ پر کہ مجھے اپنے گھر میں ڈال لے وہ لاجواب ہو جاتا ہے اور اس کی سٹی گم ہو جاتی ہے ؎

کہیا کر کچھ دکھلا سجنے، چھاتی سوں چھاتی لا سجنے
کہتی اپنی گھر آ سجنے اب سد ہوا اس جاب میں

کہا جاتا ہے کہ رمضان میں وہ ان سب عیاشیوں سے اجتناب کرتا تھا لیکن یہ بھی ریاکاری کے علاوہ کچھ نہ تھا عید پر اس کی نظمیں ان بیتابیوں کا مظہر ہیں جو رمضان کی پابندی سے پیدا ہوتیں۔ عید پر ایک نظم میں وہ خود کہتا ہے ؎

زہد ریا تھے بجودن بدنام ہو رہیا ہوں
پیالے پلا پرم کے کر نیک نام ساقی

یہ فضا ہندو دھرم کی پیش کردہ جنسی تقدیس سے بھی میل نہیں کھاتی۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کو ایک خالص دنیادار، لذت پرست اور عیش کوش اور اس کے باوجود نا آسودہ وجود کی حیثیت سے دیکھیں۔ اس سے کلام کی اہمیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن چیزوں کو صحیح تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

شاید قلی قطب شاہ کی اسی جنسی زندگی کے نتیجہ میں اس کی "پیاریوں" کی تعداد کو بڑھا چڑھا کر دکھایا گیا ہے۔ زور نے خاص بارہ پیاریوں کے علاوہ اور بھی متعدد پیاریوں کی طرف اشارہ کیا۔ جاوید صاحب نے بارہ پیاریوں کو تو باقی رکھا اور مزید اٹھارہ پیاریوں کی نشاندہی کی۔ زور نے بارہ پیاریوں کا ثبوت بارہ اماموں کی نسبت سے پیش کیا ہے، گویا یہ صرف داخلی اور قیاسی شہادت ہے۔ ان پیاریوں پر ایک اور

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

مالک انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) پرنٹر پبلشر سید تصدق حسین ایم اے نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھپایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا